تحریر:- سرسید احمد خاں
ترتیبِ حواشی:- جناب ابوسلمان شاہجہانپوری

تذکرۂ خانوادۂ ولی اللہیؒ

باب سوم (۳)

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے داماد
جناب مولانا عبدالحی غفرلہ

افضل العلماء، اکمل الکملاء، قاطع بنیان بدع واہوا، بانی ومبانی زہد وتقوی، فضائل دستگاہ پر فواضل پناہ، جامع صفات جلال وجمال، قامع اساس کفر وضلال مولانا عبدالحی صاحب غفر اللہ لہٗ ۔ مولانا عبدالعزیز قدس سرہ کی خدمت میں نسبت دامادی و شاگردی

حواشی

مولانا عبدالحیؒ

مولانا عبدالحی، ہبۃ اللہ ابن نوراللہ کے صاحبزادے تھے، مولد و منشائے طفولیت قصبہ بڈھانہ ضلع مظفرنگر تھا، سلسلۂ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے آپ کے کئی رشتے تھے۔ مولانا کی پھوپھی حضرت شاہ صاحب کی اہلیہ تھیں اور شاہ صاحبؒ کی ایک صاحبزادی آپ کو بیاہی تھیں۔ شاہ صاحبؒ کی صاحبزادی کے انتقال کے بعد انھوں نے اپنی عم زاد بہن کے ساتھ شادی کر لی تھی۔ پھر جب حضرت سید احمد بریلوی نے احیائے سنت کی تحریک شروع کی اور مسلمانوں کو جو عورتوں کے

رکھتے تھے۔ ہر فن کے ساتھ نسبت شداداد تھی کہ جس فن میں جس نے آپ سے بحث کی، مناظرہ چاہا، اسی فن میں جانا کہ شاید دوسرا ان کا نظیر نہیں پیدا ہوا - ایک مدّت درس وتدریسِ علوم میں صرف ہمت کی۔ آخر میں زبدہ سادات کرام اسوۂ اولیائے عظام سید احمد مغفور مبرور کی خدمت میں جن کا ذکر اس سے پہلے ذیل اولیاء وصلحاء میں ہوچکا ہے پہنچ کر بیعت کی اور تادم زیست ان کے سایۂ عاطفت سے کبھی علٰحدہ نہ ہوئے - سفر وحضر میں مثل سایہ کے ان کی تبعیت میں حاضر رہتے، انھیں کی خدمت میں سفر

عقد ثانی کو معیوب سمجھتے تھے اور اس سلسلے میں اسلامی تعلیمات کو بھلا دیا تھا، عورتوں کے عقد ثانی کی ترغیب دی تو سب سے پہلے شاہ اسماعیل شہیدؒ نے اپنی بیوہ بہن کا عقد مولانا عبدالحیؒ سے کردیا۔

ان کے دادا مولانا نوراللہ بڈھانوی حضرت شاہ ولی اللہؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے انھیں شاہ عبدالعزیز کے استاد اور پھر خسر ہونے کا شرف بھی حاصل تھا یعنی شاہ عبدالعزیز مولانا عبدالحی کے پھوپھا تھے، شاہ صاحبؒ کی صاحبزادی اور بھتیجی ان کے عقد میں آئیں۔ نیز یہ کہ مولانا عبدالحی شاہ صاحب کے ارشد تلامذہ میں سے تھے انھوں نے تعلیم دہلی میں شاہ صاحب اور ان کے بھائیوں سے پائی تھی۔ ان خاندانی علائق اور استادی شاگردی کے رشتے کے علاوہ ان کے تقویٰ، دین داری، اور ان کے ذہنی وفکری کمالات اور علم وفضل کی بناء پر شاہ صاحب علیہ الرحمہ ان سے بڑی محبت فرماتے تھے۔

حضرات ثلاثہ سے علوم کی تحصیل کے علاوہ سفر حج کے موقع پر انھوں نے یمن کے مشہور محدث قاضی محمد بن علی شوکانی سے مکاتبتاً حدیث کی سند حاصل کی۔ ان کی کتاب "موضوعات" مولانا ہی کے ذریعے ہندوستان میں آئی تھی۔

مولانا عبدالحی نے ایک مدت تک میرٹھ کے مفتی عدالت کی حیثیت سے ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت بھی کی تھی۔ انگریزوں نے مسلمانوں میں اپنے اثر ورسوخ کے قیام اور ان کی تالیف قلب کے لئے نظام قضا قائم کیا تو ثقہ علماء کا مسلک اس سے اجتناب تھا،

بیت اللہ کو اختیار کیا۔ فرض حج ادا کیا اور وہاں سے مراجعت فرما کر چندے بموجب ارشاد پیر طریقت کے وعظ گوئی میں اوقات شریفہ کو بسر کیا اور لوگوں کو نہایت

چنانچہ جب کمپنی نے کلکتہ میں قاضی القضاۃ کا عہدہ قائم کیا تو حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کی رائے اس کو قبول کرنے کے خلاف عدم جواز کے حق میں تھی۔ انھوں نے صاف لکھ دیا کہ مسلمانوں پر اس سے احتراز واجب ہے لیکن جب انگریزی حکومت پر ایک عرصہ گزر گیا اور انگریزوں کی کوششیں جو وہ شمالی ہند میں مسلمانوں کی تالیف قلب کے لئے کر رہے تھے بہت کچھ کامیاب ہونے لگیں تو حالات کی تبدیلی کے ساتھ حضرت شاہ صاحب کی وہ رائے نہیں رہی تھی اور انھوں نے نہ صرف جواز کے حق میں رائے دی بلکہ خود اپنے داماد مولانا عبدالحی کو میرٹھ کے مفتی عدالت کا عہدہ قبول کرنے کی اجازت دے دی۔

شاہ عبدالعزیز کے شاگردوں میں فقہ حنفی کا جاننے والا ان سے بہتر کوئی نہ تھا، وہ درسیات کے بھی بڑے ماہر تسلیم کئے جاتے تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز نے علوم عقلیہ ونقلیہ میں ان کے تبحّر اور نظر وبصیرت کی توصیف فرمائی ہے۔ ایک مستفتی نے جب مولانا عبدالحی اور شاہ اسماعیل شہید کے ایک فتوے کی شاہ صاحب سے تصویب چاہی تو آپ نے اسے لکھا کہ "یہ دونوں "تاج المفسرین، فخر المحدثین اور سر آمد علمائے محققین ہیں"۔ شاہ صاحبؒ نے انھیں علمائے ربّانی میں شمار کیا ہے۔ نیز فرمایا کہ استفتاء کو میرے پاس بھیجنے کی کیا ضرورت تھی، یہ دونوں علم تفسیر و حدیث و فقہ و اصول میں مجھ سے کم نہیں، ان کی مہر اور دستخط گویا میری مہر اور دستخط ہیں"۔

مولانا عبدالحی سید احمد شہید سے بیعت تھے۔ آپ کی بیعت کا واقعہ مختلف طریقوں سے روایت کیا گیا ہے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے ان مختلف روایات پر نقد کیا ہے۔ انھوں نے مولوی کرامت علی جونپوری کی مفصل روایت کو قبول کیا ہے جو ان کے نزدیک مستند ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

مولانا عبدالحی نے شاہ عبدالعزیز کے مشورے کے مطابق سید صاحبؒ سے نماز میں

ہدایت حاصل ہوئی۔ اور باتفاق مولوی محمد اسماعیل صاحب کے جن کا ذکر بعد اس کے بہ تفصیل آتا ہے، ترغیب جہاد فی سبیل اللہ میں سرگرم رہے۔ جب سید صاحب مغفور اس ارادے پر

حضورِ قلب کے متعلق سوال کیا۔ سید صاحب نے فرمایا کہ مولانا! بات چیت سے تو یہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا، اُٹھیے اور میرے ساتھ دو رکعت نماز پڑھیے۔ مولانا نے آپ کی اتباع میں نماز پڑھی اور وہ لذت محسوس کی جو اس سے پہلے کبھی محسوس نہ کی تھی۔ مولانا اس سے بہت متاثر ہوئے اور سید صاحبؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرلی۔" ان کی ترغیب سے شاہ اسماعیل شہیدؒ نے بھی بیعت کرلی۔"

مولانا غلام رسول مہر نے بھی اپنی محققانہ تصنیف "سید احمد شہید" میں اس کی تفصیل بیان کی ہے اور "جماعتِ مجاہدین" میں بھی مختصراً تذکرہ کیا ہے۔

مولانا عبدالحی علیہ الرحمہ کو حضرت سید احمد شہید سے غایت درجہ محبت تھی، ہر وقت ان کی خدمت میں حاضر رہتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے جو کچھ ملا سید صاحبؒ کی برکت سے ملا۔ سید صاحبؒ سے آپ کی محبت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ سفرِ ہجرت کے موقع پر سید صاحب نے آپ کو بعض انتظامات کی تکمیل کے لئے ٹونک میں روک دیا تھا۔ مولانا کو سید صاحبؒ سے مفارقت گوارا نہ تھی لیکن حکم کی بناء پر ٹھہر گئے۔ تاہم ہر وقت انتظار تھا کہ سید صاحب کب بلاتے ہیں پانچ مہینے گزر جانے کے بعد سید صاحب کی طرف سے نامۂ طلب صادر ہوا۔ مولانا نے فوراً سفر کا سامان تیار کیا اور روانہ ہوگئے۔ اگرچہ پرانی بیماریوں کے باعث بہت کمزور ہوگئے تھے، لیکن سید صاحب سے ملاقات کے شوق نے سب کچھ بھلا دیا۔ راستہ چلتے چلتے رفیقوں سے الگ ہوجاتے، سید صاحب کا خط نکال کر پڑھتے تو بے اختیار رقت طاری ہوجاتی، پھر شوق کی گرم جوشی سے تیز چلنے لگتے۔ جو شخص سامنے آتا کہتے: مجھے سید صاحبؒ نے طلب فرمایا ہے۔ غرض اس حال میں لمبا سفر طے کیا۔ جیسے عاشق محبوب کی خدمت میں جاتا ہے۔ سید صاحبؒ کی ملاقات کے بعد دوستوں کو جو خط لکھا اس میں مرقوم تھا: "مجھ پر ویسی ہی حالت طاری ہوئی جس کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن مؤمن کو جنتِ معلّٰی میں غوطہ دیں گے

کوہستان کی طرف تشریف فرما ہوئے، اسی نواح میں چند سال تک رفیق رہے۔ پھر

اور اس نے زندگی میں جو مصیبتیں اور مشقتیں برداشت کیں ان کا رنج و ملال جان و تن سے ڈھل جائے گا۔"

۸ شعبان ۱۲۴۳ھ مطابق ۲۴ فروری ۱۸۲۸ء کو علاقہ سوات میں خہر کے مقام پر انتقال فرمایا۔ حضرت سید صاحب نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ تقریباً سات سو مجاہدین نماز جنازہ میں شریک تھے۔ خہر کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ مولانا مہر صاحب مرحوم لکھتے ہیں:

"آج کل یہ مزار "دلی بابا" کا مزار کہلاتا ہے۔"

اس سے خیال ہوتا ہے کہ آپ کی قبر پر کسی قسم کی عمارت بنادی گئی ہے۔

حضرت مولانا عبدالحی کو تعلیم و تدریس کی مصروفیتوں، وعظ و تبلیغ کی مشغولیتوں اور مجاہدانہ زندگی کی شورشوں میں تصنیف و تالیف کا بہت کم موقع ملا اس کے باوجود چند رسائل ان کی یادگار ہیں جن میں ان کی بہترین مؤلفانہ صلاحیتوں کا اظہار ہوا ہے۔

صراطِ مستقیم کی ترتیب میں وہ شریک رہے تھے اس کے دو باب (سلوک میں) انہیں کے قلم سے ہیں۔ قیام حجاز کے زمانے میں انھوں نے صراط مستقیم کا عربی میں ترجمہ بھی کردیا تھا۔ صاحب تراجم علمائے حدیث نے الیانع الجنی (محسن بن یحیٰی ترہتی بہاری) کے حوالے سے رسالہ نکاح بیوگاں کو بھی آپ ہی کی تصنیف بتایا ہے۔ مولانا مہر صاحب فرماتے ہیں:

"ممکن ہے صراط مستقیم کی طرح اس کی بھی عبارت مولانا عبدالحی کی ہو لیکن یہ خود سیّد صاحبؒ کا ہے۔ اس لئے کہ اس کے تمام مطالب سید صاحب نے ارشاد فرمائے تھے۔ میں نے اس کے جتنے قلمی نسخے دیکھے ان میں اس کا انتساب سید صاحبؒ ہی سے کیا تھا۔"

بعض اصحاب نے مولانا عبدالحی اور شاہ اسماعیل شہید رحمہما اللہ کو سید صاحب کے ساتھیوں میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا مثیل ٹھہرایا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے ان دونوں کو تاج المفسرین، فخر المحدثین اور سرآمد علمائے محققین لکھا ہے۔ تفصیل اس کی

مرض بواسیر کی شدت سے سفر ناگزیر اختیار کیا۔

اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

شاہ اسماعیل شہیدؒ کے تذکرے میں گزر چکی ہے۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے مولانا عبدالحی کے بارے میں فرمایا کہ "علم تفسیر میں مولانا عبدالحی میرا نمونہ ہیں"۔ الیانع الجنی میں ہے کہ "وہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے" تقویٰ و عمل اور تاثیر کلام و وعظ میں ان کا جواب نہ تھا۔ لباس و غذا کی سادگی، بدعت و مراسم جاہلیہ سے نفرت اور کمالِ صبر میں بے مثل تھے۔ نورِ ایمان ان کی پیشانی سے ظاہر تھا۔ ذہانت ان کی آنکھوں سے ٹپکتی تھی اور صلاحیت و کمال ان کے چہرے سے ظاہر ہوتا تھا۔ کوئی ان کی تعریف کرتا تو کبیدہ خاطر ہو جاتے۔ کوئی نصیحت کرتا تو اس کے شکر گزار ہوتے۔ غرض کہ وہ علم و فضل اور اخلاق و سیرت کے لحاظ سے جامع جہات اور جامع کمالات بزرگ تھے۔ قلم ان کی صفات کے بیان سے عاجز ہے۔"

غلام مصطفیٰ قاسمی نے زاہد پریس حیدرآباد سے چھپوا کر
شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد سے شائع کیا۔